EDITORIAL

Pharmaceutical Review رسالہ الادویہ

ISSN 2220-5167

Editorial اداریہ

تاریخ:فروری13,2021

نمبر:PR/5141-21

ادویات وصحت کے نظام کو مجروح کرنیوالی حقیقی اورمثالی شخصیت۔

پاکستان کے بنیادی ادویاتی مسائل حل کرنے کیلئے صحیح معلومات، تکنیکی فہم اور عقلی منصوبہ بندی ضروری ہے۔

An Amazing Personality Highlighting the Fundamental Rationale of Pharmaceutical Care in Pakistan.

کئی دفعہ کسی بات کی سچائی ثابت کرنا سنجیدہ مسئلہ بن جاتا ہے۔علمی انداز میں اپنے نقطہ نظر کو پورے دلائل کیساتھ قارئین کے سامنے پیش کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ پھر علم وقلم کے پاسداران اپنی پیشہ ورانہ قابلیت کے جوہر دکھاتے ہیں۔ دلیل وحجت کا سہارا لیتے ہوئے اپنی بات منوانے کی کوشش کرتے ہیں۔اپنی مرضی کا بت تراشا جاتا ہے۔ افسانوی ورومانوی کردار تخلیق ہوتے ہیں۔ دیومالائی کہانیاں، شہزادوں کے قصے یا عشق ووفا کے درد بھرے افسانے بیان ہوتے ہیں۔ چنانچہ، موقف اور بیانیہ کی حقانیت کو اجاگر کرنے کیلئے کسی مخصوص شخصیت، عنوان یا ماحول کو مثال بناتا جاتا ہے یا مطلوبہ کردار تخلیق کیا جاتا ہے۔جسکی ذات، صفات اور خدوخال کی تمام جزئیات کا احاطہ کر کے نظام، ادارے یا معاشرے میں متعین تبدیلیاں برپا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔اہل علم ادانش کے پاس چاہے طاقت، اختیار یا اقتدار نہ ہو، مگر میں پورے وثوق سے یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ یہ سنگدل لوگ بڑی سے بڑی طاقت کو ریت کی دیوار کی مانند گرا سکتے ہیں۔ ہر ظالم، جابر اور یزید العصر کو کسی کچے پتھر کی طرح پاش پاش کی خداد دیدہ صلاحیت سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔

چنانچہ اسی علمی ومنطقی طریق کار کو اپناتے ہوئے ہم نے نظام ادویات کے فکری، سیاسی اور پیشہ ورانہ حالات بتانے کیلئے سربراہ (Dean) شعبہ فارمیسی جامعہ سرگودھا کا انتخاب کیا ہے۔جسکے احوال بتا کر ہم ادارے اور نظام کے کئی ان دیکھے پہلوؤں کا احاطہ کرنے کی کوشش کرینگے۔شعبہ فارمیسی جامعہ سرگودھا کے بانی پروفیسر ڈاکٹر سعید اقبال ہیں۔جنہوں نے انتہائی محنت، جانفشانی اور مہارت سے 2003 میں اس کو تخلیق Design اور اپنی نگرانی میں تعمیر کرایا۔قابل اساتذہ اور بہترین تعلیمی وتدریسی سہولیات کا اہتمام کیا۔معیاری تحقیقی نظام وضع کیا۔
موصوف بہاءالدین زکریا یونیورسٹی سے تشریف لائے تھے اور بنیادی طور پر شیخوپورہ سے تعلق رکھتے تھے۔انہوں نے پانچ سال کے مختصر عرصہ میں اس ادارے اور شعبہ کو بین الاقوامی شہرت یافتہ اداروں کی صف میں لا کھڑا کیا۔مگر بدقسمتی سے جناب ریاض الحق طارق کے بعد تشریف لانے والے وائس چانسلر جامعہ سرگودھا سے انکے انتظامی، تعلیمی اور سیاسی اختلافات شدت اختیار کر گئے۔ دونوں احباب پرانے شناسا اور ملتان سے تشریف لائے تھے۔یوں جامعہ سرگودھا، شعبہ فارمیسی اور شاہینوں کا شہر ایک عظیم سائنسدان، ماہر استاد اور دیانتدار انسان سے محروم ہو گیا۔جناب وائس چانسلر نے پھر ملتان سے رجوع کیا۔ جناب پروفیسر ڈاکٹر مقصود صاحب تشریف لائے۔ بین الاقوامی شہرت کی حامل اس شخصیت نے تعلیم وتحقیق کے کام کو آگے بڑھایا۔مگر اللہ کو شائد کچھ اور ہی مقصود تھا۔سیاسی، انتظامی اور فکری اختلافات ایک بار پھر کچھ مختلف انداز میں ظاہر ہو کر شدت اختیار کر گئے۔اور دوبارہ اپنے ناگزیر منطقی انجام کو پہنچ گئے۔قانون وانصاف ہار گیا۔امانت ودیانت پسپا ہو گئی۔اور ایک عظیم انسان دولت، حشمت اور مادی مفادات کو پاؤں کی نوک پر رکھتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔ کیونکہ اصول یہ ہے کہ دریا کبھی راستوں کی التجا نہیں کیا کرتے، وہ اپنی راہ خود بناتے چلے جاتے ہیں۔ ہواؤں کو چلنے کے لئے کسی سے اجازت درکار نہیں ہوتی۔ روشنیوں اور اجالوں کو کبھی پابند نہیں کیا جا سکتا۔
چنانچہ شعبہ فارمیسی میں اس کے بعد پہلے والی روشنی وخوبصورتی نہ رہی۔اس لئے جناب وائس چانسلر نے کوئٹہ سے ایک نگینہ دریافت کیا اور شعبہ فارمیسی میں لا کر جڑ دیا۔ یہ گوہر نایاب انکے

اپنے لئے تو سونے کی چڑیا ثابت ہوا۔مگر اس بد بخت نے شعبہ فارمیسی میں بد دیانتی و بدعنوانی کے نئے باب رقم کر دیئے۔ کرپشن کے نئے اور انوکھے طریقے ایجاد کئے۔اس نگینے کی زندگی کا مقصد مالی مفادات سمیٹنا اور پیسہ بٹورنا تھا۔اسی لئے 2010ء سے 2018ء کے پورے عرصہ میں اس نگینے نے صحیح بد دیانتی فرمائی۔انتظامی و تعلیمی بے قاعدگیاں اپنے عروج پر رہیں۔نظام اور ادارے کو چونا لگتا رہا۔اور حیران کن بات یہ تھی کہ یونیورسٹی انتظامیہ اسکی گرفت کرنے کی بجائے بد دیانتی و بدعنوانی کی شاندار خدمات فراہم کرنے پر کئی اہم عہدوں پر فائز کرتی چلی گئی۔ کیونکہ یہ گوہر نایاب جناب وائس چانسلر کا بہترین کارندہ، مخصوص دھندے کا اہم مہرہ اور غلامی و اطاعت میں اپنی مثال آپ ثابت ہوا۔قسمت کی دیوی کے مہربان اور اللہ کی رسی کے دراز ہونے کا کرشمہ دیکھئے کہ جناب وائس چانسلر قومی احتسابی ادارے (National Accountability Beaureu (NAB کی یاترا کر چکے۔رجسٹرار صاحب ہائی کورٹ سے رجوع کر چکے۔مگر یہ بد بخت ابھی تک آزاد ہے۔اس دوران چار مختلف وائس چانسلر آئے۔مگر ہر ایک کی کسی نہ کسی سطح پر کوئی نہ کوئی مجبوری آڑھے آتی رہی۔کسی نے بھی قانونی بالادستی، حب الاوطنی اور ایمانی جرات کا مظاہر نہیں کیا۔کسی نے حقیقی اور سنجیدہ کاروائی نہیں کی۔ جناب ڈین صاحب کئی طلبہ و طالبات کو تحقیق و تعلیم میں راہنمائی اور اشاعت میں مدد کر چکے ہیں۔مگر بدقسمتی سے جناب موصوف بد دیانتی و بدعنوانی میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتے۔انتہائی مہارت سے کرپشن کرتے ہیں۔انکا اپنا منفرد، جدید اور انوکھا طریقہ واردات ہے۔جس پر ذرا سی بھی شرمندگی محسوس نہیں کی جاتی۔نہ ضمیر بوجھل ہوتا ہے اور نہ رزق حلال کا تصور مجروح ہوتا ہے۔جناب موصوف نے ایک موقع پر مصنف کو بھی دعوت دی۔مگر میں نے اللہ کی عطا کردہ بصیرت سے اس مکروہ شخص اور وائس چانسلر کے گٹھ جوڑہ کا صحیح ادراک کر کے انکار ہی میں اپنی عافیت جانی۔

سال 2016 کے موسم بہار کا ذکر ہے کہ جناب موصوف نے اپنے ماتحت استاد Lecturer کو چار عدد تحقیقی مقالہ جات دیئے۔ان کا باقاعدہ قانونی نگران بننے کا حکم صادر فرمایا۔اور اس کے بعوض یونیورسٹی کے خزانہ سے ملنے والی کم وبیش ڈیڑھ لاکھ کی رقم نقد روپوں کی شکل میں واپس کرنے کی ہدایات جاری کیں۔ادارے اور نظام کو کامیاب دھوکہ دینے کی شاندار کاروائی کا اہتمام کیا۔مگر جب لاعلمی اور بے خبری کا اظہار کیا گیا اور اصولی ذمہ داری قبول کرنے سے معذرت کی گئی تو جناب ڈین نے سنگین نتائج کی دھمکیاں دیں۔اور دفتر سے نکل جانے کا حکم صادر فرمایا۔ان دنوں مصنف اس ادارے اور شعبے میں استاد Assistant Professor تھا۔اور اس وقوعہ سے تکلیف محسوس کی۔اسلئے معلومات کی تصدیق اور علم و قلم کے وقار کو مجروح کرنے والوں کے خلاف کھڑے ہونے کا عزم کر لیا گیا۔اور غرور و تکبر کو خاک آلود کرنے کا اعادہ ہوا۔اور اس بد بخت ڈین کے دفتر کا رخ کیا گیا۔جو مصنف کے براہ راست نگران افسر (Recent Boss) اور ادارے کے سربراہ تھے۔سالانہ کارکردگی رپورٹ ACR- Annual Confidential Report مرتب کرتے تھے۔جنکے پاس طاقت، اختیار اور اقتدار تھا۔جو تکبر اور رعونت کے اعلٰی درجے پر فائز تھے۔جنکے اشارہ ابرو پر لوگ بچھے چلے جاتے تھے۔مصنف نے اس بد دیانت اور مکروہ شخص سے دوبدو اور حقیقی ملاقات کی۔یہ ہماری تخلیہ اور تنہائی کی ملاقات تھی۔جس میں اس بد بخت نے تحقیقی مقالا جات بھیجنے کا اعتراف کیا اور حکم جاری کرنے کا بھی اقرار کیا۔چنانچہ معاملے کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے جن مناسب کاروائی کا فیصلہ ہوا تو خطرے کی گھنٹی بجتے ہی معاملہ فوری اور ہنگامی انداز میں نپٹا دیا گیا۔ادارے کے تعلیمی بورڈ Study Board فیکلٹی بورڈ Faculty Board اور اعلٰی تحقیقی ادارہ Advanced Study Board کو اندھیرے میں رکھا گیا۔راتوں رات فیصلے ہوئے اور بدلے گئے۔شعبہ فارمیسی، جامعہ سرگودھا عجیب بے بسی و بے کسی کا نظارہ پیش کرتا رہا۔کسی سبزی منڈی، مچھلی منڈی یا مویشی منڈی کے بھی کچھ اصول اور طریق کار ہونگے مگر یہاں ایک ہی شخص بھرپور انداز میں بد دیانتی اور قانون شکنی کرتا چلا گیا۔چنانچہ کرپشن کے عنوانات اس ادارے کے ڈاکٹر ریاض الحق طارق بلاک کی در و دیوار پر درج ہیں۔اور یہ نقوش عرصہ دراز تک موجود رہینگے۔

اسی شعبہ میں ادویات سازی کا منصوبہ بنایا گیا۔جس میں مشینوں اور دیگر آلات کی خریداری میں ہونے والی سنگین بدعنوانی و بد دیانتی محسوس کی گئی۔موصوف خرید کمیٹی Purchase Committee کے رکن تھے اور پورے منصوبہ کے تکنیکی ماہر Techical Expert تھے۔جنہوں نے یونیورسٹی انتظامیہ کو نئی Brand New اور جدید کا جھانسہ دے کر پرانی اور استعمال شدہ مشینری دے ڈالی۔اور ادارے کو لاکھوں روپے کا چونا لگا دیا گیا۔تفصیلات کے مطابق یونیورسٹی میں ادویہ سازی کے منصوبہ کے لئے کم وبیش چار کروڑ کی مشینری خریدی گئی۔جن کے خرید شمار نمبر UOS/ RC/11-412 مورخہ 21.08.2011 ؛UOS/RC/10-160 مورخہ 25.5.2010؛ UOS/RC/11-616 مورخہ 18.10.2011 ہیں۔اس شخص نے اندرون خانہ مشینری فراہم کرنے والی کمپنیوں سے ملی بھگت کی ہوئی تھی۔اپنے چھوٹے سے فائدے کیلئے ادارے کا کروڑوں کا نقصان کر دیا ہے۔اور پھر اپنی کرپشن کو چھپانے اور منصوبہ کو ناکام بنانے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔اور اپنے مقصد اور مشن میں بالآخر سرخرو ٹھہرا۔حالانکہ اصولی اعتبار سے اس منصوبہ کو سرکاری و غیر سرکاری اداروں Public and private sector کے تعاون سے بننا اور چلنا تھا۔خام مال، مشینیں اور ادویات کی خریداری اور فراہمی کیلئے ذمہ دار افسران کی پیشہ ورانہ خدمات درکار تھیں۔مگر یہاں بھی جناب ڈین فارمیسی نے اپنا شیطانی کھیل برپا کیا۔Section 58 (1) of Partnership Act, 1932 کے تحت الگ فرم Firm بنا ڈالی۔UOS Pharmaceutical Laboratories کے نام سے۔مبلغ 500 روپے کا اشٹام پیپر نمبر شمار 1437 کے تحت مورخہ 23.12.2015 کو خریدا گیا۔اس فرم کو رجسٹرار فرمز سرگودھا Registrar Firms Sargodha کے دفتر میں نمبر

شمار RF/SGD/02 کے تحت مورخہ 08.01.2016 کو رجسٹر کیا گیا۔ چنانچہ اس بدبخت نے اس شاندار منصوبہ کی کامیابی کا ہر دروازہ مضبوط تالے سے مقفل کر دیا۔ اس طریق کار سے نہ صرف پیشہ ورانہ نقصان ہوا، بلکہ ڈرگ ریگولیٹری اتھارٹی Drug Regulator Authority کے معصوم سربراہ کو بھی ماموں بنا دیا۔ مگر شومئی قسمت، گردش دوراں دیکھئے کہ انہیں ماموں جان نے بعد میں اس ڈین فارمیسی کو ڈرگ ریگولیٹری اتھارٹی میں ایک پیشہ ورانہ منصب کے لئے بلا لیا۔

میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب　　　اسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں

اس کے علاوہ جناب ڈین فارمیسی نے سیشن 2011–13 کے ایم فل فارماسیوٹکس M.Phil-Pharmaceutics کی پوری 15 طالبعلموں پر مشتمل کلاس کی حیرت انگیز طور پر نگرانی Supervision کر ڈالی۔ انہوں نے اپنے آفس کے اختیار، عہدہ اور طاقت کا ناجائز استعمال کر کے ادارے کو تقریبا پانچ لاکھ روپے کا ٹیکہ لگایا۔ کیونکہ سرکاری سطح پر ہر طالبعلم کی کامیابی پر حکومت نگران استاد کو تقریبا Rs.33000 فی طالبعلم کے حساب سے رقم ادا کرتی ہے۔- اس فیصلہ کو پہلے مقامی فیکلٹی بورڈ (یا بورڈ آف اسٹڈی) کے ذریعہ منظور کیا گیا۔ پھر 19 اپریل 2013 کو نوٹیفکیشن نمبر UOS/ACAD/464 dated April 19, 2013 کے تحت ناقابل یقین حد تک ایڈوانس سٹڈی بورڈ اور رجسٹرار آفس نے بھی منظوری دی۔ اسکے علاوہ ایک سال میں تقریباً 35 محققین کی تحقیقی نگرانی کرنے اور ادارے اور پیشے کو تقریباً ساڑھے گیارہ لاکھ کا ٹیکہ لگانے کا اعزاز بھی اسی مہان شخصیت کو حاصل ہے۔ چنانچہ موصوف کا مذکورہ فعل ہائر ایجوکیشن کمیشن کے قواعد Guidelines کی خلاف ورزی ہے، فارمیسی کونسل کی تجاویز سے روگردانی ہے۔ اسی شعبہ فارمیسی کے دیگر اساتذہ کی قابلیت و اہلیت پر سوالیہ نشان ہے۔ ادارے کی انتظامیہ کی نااہلی کا منہ بولتا ثبوت اور قانون و انصاف کے فقدان کی دلیل ہے۔ چنانچہ ہم یہاں وائس چانسلر جامعہ Vice Chancellor کی ہمت اور حوصلہ کو داد دینگے جنہوں نے پوری جانکاری کے باوجود اس کو برداشت کیا۔ پھر کسی رقیب جاں کی طرح سینے سے لگا کر رکھا۔ جسکے لئے ہم انکے انتخابی معیار اور اصولی طریق کار کو بھی دیکھنا پسند کرینگے جسکے تحت انہوں نے اس بددیانت و بدعنوان شخص کو نامزد کیا۔

لیکن ان حالات میں ہم بھی کیسے عجیب مجنون، چاک گریباں اور ضمیر کے قیدی لوگ ہیں۔ زلف یار کے اسیر اور علم و قلم کے رسیا ہیں۔ جو عشق و حریت کا علم تھامے آنے والے سنگین نتائج سے بے پرواہ ہو کر اپنی جدوجہد میں مصروف کار ہیں۔ آج کے دور میں دنیاوی نقطہ نظر سے گھاٹے کا سودا کرنے والے ایسے انمول شوریدہ سر بھلا کہاں ملتے ہیں۔ جو اپنے موقف کی کسی حسین دلربا اور دلنشیں محبوبہ کی طرح پرستش کرتے ہوں۔ میرا بہترین دوست اور عظیم ساتھی **محمد اقبال** اسی جرم کی پاداش میں پہلے اپنی ملازمت سے محروم ہوا۔ پھر اس جہان فانی سے کوچ کر کے دسمبر 2018 کو ابدی زندگی کی طرف لوٹ گیا۔ جس نے سلطانی گواہ بن کر بہترین سرکاری مراعات اور اعلیٰ درجے کی سہولیات کی پیشکش پاؤں کی نوک سے ٹھکرا دی۔ جو اکیلا پورے گروہ کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بن گیا۔ اپنی ذات میں تنہاء ایک لشکر بن گیا۔ لوگ تو اپنے چھوٹے چھوٹے مفادات کے لئے بہت کچھ کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ کیسا عجیب شخص تھا کہ جناب وائس چانسلر اور اسکے پروردہ گروہ کی معمولی چھوٹی سی بات بھی نہ مان سکا۔ جس سے ہم اسکے اعلیٰ اخلاق اور عظمت کردار کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ اور وہ یقیناً حق گوئی، قربانی اور شہادت کے میدان میں ہم سب سے بازی لے گیا۔ اور اللہ رب العالمین کے حضور سرخرو ہو گیا۔ لیکن ہم پھر بھی اپنی بات پر ڈٹے رہے۔ ماہرین ادویات کے عظیم قائد اور ادویاتی تنظیم پاکستان فارماسسٹ اسوسی ایشن PPA کے نائب صدر **جناب اطہر چوہدری** کو ملازمت سے سبکدوش کر دیا گیا، ہم پھر بھی نہ جھکے، نہ چھپے اور نہ ہی بک سکے۔ ہماری فکر و نظر کو بدلنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا گیا۔ سچی بات کرنے اور حق کا ساتھ دینے سے باز رہنے کی تاکید کی گئی۔ جامعہ سرگودھا کی ڈین کمیٹی Dean Committee کے سامنے پیش ہونے کے احکامات موصول ہوئے۔ بددیانتی و بدعنوانی پر خاموشی اختیار کرنے کا مفید اور مخلصانہ مشورہ دیا گیا۔ سنگین نتائج کی دھمکیاں بھی موصول ہوئیں۔ لیکن یہ بھولے پنچھی بھلا کیا جانیں کہ ہمیں تو بہت پہلے آغوش مادر ہی میں یہ سبق پڑھا دیا گیا تھا کہ

ڈرائیں گی بھلا کسے، یہ راستے کی سختیاں　　　غلامی رسول ﷺ میں موت بھی قبول ہے۔

ان بدبختوں کو یہ کیسے یقین ہو گیا کہ علم و قلم کو پابند اور فکر و نظر کو قید بھی کیا جا سکتا ہے۔ ڈرا اور دھمکا کر حق اور سچ کو دبایا بھی جا سکتا ہے۔ انہوں نے یہ کیسے تصور کر لیا کہ طاقت، اقتدار اور اختیار کے زور پر سچائی اور حقیقت کو بدلا بھی جا سکتا ہے۔ کوئی جائے اور انہیں بتائے۔ بلا اعلان ہمارا پیغام پہنچائے کہ روشنیوں اور اجالوں کی کوئی سرحد نہیں ہوا کرتی۔ خوشبو خود ہی سے مہکتی اور بکھرتی چلی جاتی ہے۔ سچائی کا کوئی مستقل مسکن نہیں ہوتا۔ قوم، نسل اور رشتے سب پیچھے رہ جاتے ہیں جب میدان کربلا سجتا ہے اور فلسفہ حسینؑ کے پاسداران نمودار ہوتے ہیں۔

جناب قارئین! جب اس کشمکش نے دراز و رپکڑا اور اختلافات کو زرا دور تک پھیلایا گیا تو جناب وائس چانسلر نے کسی محبوب حسینہ کی طرح اپنی اس مصنوعی لیلیٰ کا دفاع کیا۔ کیونکہ یہ بدبخت چیرمین الحاق کمیٹی تھا۔ اسکی خوشی اور تحفظ انکی مجبوری تھی۔ قانون و انصاف کے ناگزیر تقاضوں کو فراموش اور اس بدبخت کی ناراضگی مول لینے سے احتراز کرنا انکے لئے انتہائی ضروری تھا۔ اور ہماری بات سنی ان سنی کر دی گئی۔ حتیٰ کہ وائس چانسلر نے ہمیں قانونی عدالت Court of Law میں جانے تک کا مشورہ دے ڈالا۔ کیونکہ اس انمول ہیرے، جادو کی

زنبیل اور سونے کی چڑیا کو ہر قیمت اور سطح پر تحفظ فراہم کرنا انکے لئے ضروری تھا۔ جان جاناں کے اس انجان تحفظ کا راز بہت بعد میں جا کر کھلا۔ جب زنجیر عدل، قومی احتساب اور قانون و انصاف حرکت میں آیا۔ مگر ہم پھر بھی کسی مجنون زیر ستم، وفاوں کے سوداگر، اجالوں کے مسافر اور عاشق بے مراد کی طرح اپنے اصولی موقف کی پرستش کرتے رہے۔ ہم آج بھی یقیناً "تو راہ نورد شوق ہے، منزل نہ کر قبول" کے مصداق تمام تر نتائج سے بے پرواہ ہو کر اپنا سفر جاری رکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ (انشاءاللہ)۔

ڈاکٹر طٰہٰ نذیر Ph.D

مدیر اعلیٰ: رسالہ الادویہ, PHARMACEUTICAL REVIEW

ISSN: 2220-5187 | http://pharmaceuticalsreview.com

+92(321) 222-0885 | +92(315) 750-0242 | tahanazir@yahoo.com